© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

آدمی اگر دینی تصورِ اجتماعیت اور اخلاقِ عالیہ یا کسی تعمیری شعورِ مدنیت سے محروم ہو جائے تو وہ احسنِ تقویم کے مقام سے گر کر اسفل السافلین میں پہنچ جاتا ہے اور ایسا حیوان بن جاتا ہے جس کا جی چاہتا ہے کہ جو خواہش اس کے اندر پیدا ہو اُسے لازماً پورا ہونا چاہیے جس منفعت یا آرام یا خوشی کو وہ حاصل کرنے کا خیال کرے وہ اُسے ضرور حاصل ہونی چاہیے، وہ جس کسی کو چاہے تہس نہس کر دے، جس سے نفرت ہو اس کے لیے جینا حرام کر دے۔ جس سے اختلاف ہو جائے اس کے وجود کو سلامت نہ رہنے دے۔ جو اس کی بات ماننے سے انکار کر دے ایسے شخص کو وہ نشانۂ انتقام بنا لے، جو کوئی کسی مقابلے میں اس سے آگے بڑھ جائے اُس کی بوٹیاں نوچ لے۔

یہ ہے تصویر اس خوفناک حیوان کی جو انسانی زندگی کو خدا پرستی، اجتماعیت اور اخلاقی شعور کے اثرات سے پوری طرح آزاد کر دینے کے بعد باقی رہ جاتی ہے۔ اگر انسانیت کے اس خالص جبلّی ڈھانچے کو جوں کا توں زمین پر زندگی گذارنے کا موقع ملتا تو شاید زندگی کا سلسلہ دراز نہ ہو سکتا اور انسانی افراد باہم یک دگر کشمکش کے اوائل ہی میں اپنی پوری نوع کو ختم کر لیتے۔

ہمارے خوفناک جبلّی وجود کو خدا پرستی اور اجتماعیت اور اخلاق کے شعور نے ایک ایسی چیز دی ہے جس نے انسان کے لیے بقاء و ارتقاء کی راہیں کھول دیں۔ وہ ہے صبر! صبر ایک ایسی روک ہے جو انسان خود اپنے ایمان و شعور کے تحت اپنی خواہشات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اپنے جذبات پر لگاتا ہے اور اس طرح دوسرے بے شمار انسان اس کی زد سے محفوظ رہتے ہیں، جواباً اس کو بھی دوسروں کی طرف سے تحفظ ملتا ہے۔ اگر یہ روک نہ ہو تو بارہا انسان دوسرے انسانوں کا منہ نوچ لے، اُن کی محنتوں کے حاصل کو تہس نہس کر دے۔ ان کی جان کے درپے ہو جائے، اُن سے ہر متاع کو چھین اور لوٹ لینے کی کوشش کرے اور عام طور پر لوگوں کا حال ایسا ہو جائے کہ معاشرہ دار العذاب بن جائے۔

صبر کا انسان اسی طرح محتاج ہے جیسے کوئی گاڑی اپنی سلامتی کے لیے بریکوں کی محتاج ہوتی ہے۔ جہاں کوئی انتباہی نشان آیا، ڈرائیور نے بریکیں لگا کر گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ اور اگر کسی جگہ گاڑی کے سامنے کوئی پتھر، درخت، گڑھا یا متنفس آ جائے تو اسے بریکوں ہی کے ذریعے بالکل ساکت کیا جا سکتا ہے۔

صبر ہی پر تقویٰ مبنی ہے یا یوں کہیے کہ تقویٰ کی رُوح صبر ہے۔ بطورِ اصطلاح صبر اسلام میں متعدد مفہوم رکھتا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے ایمانی شعور کے ساتھ رضاکارانہ طور پر اپنے نفس پر خود روک لگائے اور اس کو اسلام کی حدود سے تجاوز نہ کرنے دے۔ وہ اپنے لیے یہ طے کرے کہ وہ رزقِ حرام حاصل نہیں کرے گا۔ وہ کسی دوسرے سے اس کا حق یا فائدہ چھینے یا اُس کے سر اپنی طرف سے کوئی نقصان اور وبال ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا، وہ اُسے غیبت اور چغلی کے ذریعے اذیت نہیں پہنچائے گا۔ وہ جھوٹ اور وعدہ خلافی کے ذرائع کام میں نہ لائے گا۔ وہ امانتوں میں خیانت نہیں کرے گا۔ وہ اپنی نگاہوں کو آلودہ نہ ہونے دے گا۔

صبر کی اس پگڈنڈی پر قدم رکھیں تو ہم تقویٰ کی وادی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ خود تقویٰ کی حیثیت بھی یہی ہے کہ آدمی خدا کی مقررہ حدود سے آگے پیچھے نہ ہو اور اس کی مرضیات کی پابندی کرے۔ اور اس نے جن چیزوں سے روکا ہے اور جن کا بُرا انجام بتایا ہے ان سے باز رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نگاہ کو اگر زیادہ وسیع کیا جائے تو یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ دینِ برحق کو اختیار کرنا اور اس کا عمر بھر پابند رہنا بڑا وسیع صبر اور بڑا عظیم تقویٰ ہے۔ اس دُنیا کی زندگی میں رضائے الٰہی اور اُخروی نتائج کو مدنظر رکھ کر بہت سے فوائد اور آسائشوں کو چھوڑنا اور تکلیفیں اور نقصانات اُٹھانا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہے۔ یہی صبر و تقویٰ ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ اور ایثار کیش بناتا ہے اور محبت و امن کی فضا پیدا کرتا ہے۔

سب سے پہلے تو ایمان صبر و تقویٰ پیدا کرتا ہے، اس کے بعد عباداتِ خمسہ میں سے ہر ایک کے ذریعے انسان کو صبر کیشی کی تربیت دی جاتی ہے۔ لیکن روزہ یا صوم تو بطورِ خاص صبر کے رویے کی عملی مشق کا ذریعہ ہے۔ بعض اصحابِ علمِ تفسیر کا یہ خیال ہے کہ "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" میں صبر سے مراد روزہ ہی ہے۔ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کو "شَهْرُ صَبْرٍ" کا نام دیا ہے[1]۔ (روایت مجیبۃ الباہلیہ مشمولہ ریاض الصالحین نمبر ۱۲۴۵)

سورۂ بقرہ میں روزوں کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تم میں تقویٰ پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اور تقویٰ صبر ہی کی وسیع تر صورت کا نام ہے۔

روزے میں سحری سے افطار تک کھانے پینے پر بھی کامل پابندی ہے اور ازدواجی رابطہ بھی ممنوع ہے۔ پھر نیند پوری نہ ہونے کے باوجود سحری کے لیے اٹھنا اور عشاء کے بعد تراویح کی لمبی نماز پڑھنا آدمی کے لیے خاصا بڑا امتحان ہے اور یہ امتحان دوچار دن کے لیے نہیں، مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔ اس مہینے بھر کی مدت میں انسان کو اپنی

[1] روایت سلمان فارسیؓ میں رمضان کے متعلق آیا ہے کہ "وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ" (بیہقی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنیادی جسمانی خواہشوں کے دباؤ اور ان کی اُکساہٹوں کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے اور ان کو قابو میں رکھنے کی مشق بھی ہو جاتی ہے۔

مگر مطلوب صرف بھوک پیاس وغیرہ جیسے اُمور پر ہی قابو پانا نہیں، بلکہ مطالبہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی گالی دے یا لڑے جھگڑے تو اسے جیسے کو تیسا کے اُصول پر جواب نہ دیا جائے بلکہ عذر کر دیا جائے کہ بھائی میں روزے سے ہوں اور ایسی حرکات نہیں کر سکتا۔

(روایت ابوہریرہ۔ متفق علیہ مندرجہ ریاض الصالحین۔ نمبر ۱۲۳۷)

پھر بس اسی پر ہی نہیں بلکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس سے اللہ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ کھانا پینا ترک کرے۔

(روایت ابوہریرہؓ بخاری۔ مندرجہ ریاض الصالحین۔ نمبر ۱۲۳۸)

"قول الزور اور عمل بالزّور" میں گناہ کی تمام باتیں آجاتی ہیں۔ یعنی روزے کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی گناہ کے تمام کاموں کو چھوڑ دے اور مہینے بھر تک اس کی مشق بہم پہنچائے کہ جس طرح وہ بھوک، پیاس، آرام، نیند اور ازدواجی معاملے میں اپنے اُوپر پابندیاں عاید کیے ہوئے ہے اُسی طرح وہ یہ پابندیاں بھی عاید کرے کہ بُری باتوں اور بُرے کاموں سے اجتناب کرے گا۔ اگر کوئی شخص دروغ گوئی، وعدہ خلافی، غیبت، چغلی، ظلم و زیادتی کے مشاغل کو جاری رکھے تو محض روزے کا ظاہری ڈھانچہ خدا کو مطلوب نہیں ہے۔ اسی طرح دارمی نے روایت ابوہریرہ میں حضورؐ کا یہ ارشاد بھی بیان کیا ہے کہ قیام لیل کرنے والے بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو قیام سے بجز رت جگے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یوں بات لفظ صبر سے پھیل کر پھیلی ہوئی تقویٰ کا وسیع مفہوم اختیار کر لیتی ہے۔

اندازہ کیجیے کہ اس طرح کی تربیت سے اگر کسی معاشرے کے ہزارہا لوگ "اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا" (روایت ابوہریرہ۔ ریاض الصالحین۔ نمبر ۱۲۱۶) کی شرط کے ساتھ گذریں تو سارا ماحول تبدیل ہو سکتا ہے۔ لوگ آپس میں بات کریں تو صدق و سلامتی کے ساتھ، لین دین کریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو دیانت و امانت کے ساتھ، جذبوں اور خواہشوں کے ٹکراؤ پر انضباط حاصل کریں تو ٹھنڈے دل کے ساتھ۔ دوسروں کے خیالات، دوسروں کے استدلال، دوسروں کے مقاصد، دوسروں کے مشاغل، دوسروں کے اختلافات وغیرہ ساری چیزوں کو رواداری سے گوارا کریں۔ دوسرے کو وہی حقوق دیں کہ خود ان کو حاصل ہونے چاہئیں۔ دوسروں کو ہر اس تکلیف سے تحفظ دلائیں جس سے وہ خود بچنا چاہتے ہوں۔ ماہ رمضان کی اس جسمانی، روحانی، اخلاقی تربیت سے اگر صحیح استفادہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ رشوت و خیانت، ظلم و استحصال اور جبر و تشدد کا دور دورہ ہمارے ہاں جاری رہ سکے۔ آج جو چھینا جھپٹی ہر طرف مچی ہے اور تکاثر و تفاخر کی جو سکون سوز دوڑ لگی ہے اس کے وبال سے ہم بچ سکتے ہیں۔ انسان پر مشینوں کے اس دور نے جو نشۂ قوت طاری کر دیا ہے شاید اس کی گرفت سے ہم آزاد ہو سکیں، لذات اور تعیشات و تفریحات کا جو طوفان اُمڈ پڑا ہے اس سے ہم اپنے اوقات اور قوتوں کو بچا کر اچھے مقاصد کے لیے صرف کر سکیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر دعا فرمایا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ، وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ"

اور پھر چاند کو مخاطب کر کے رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ کے الفاظ ادا کرنے کے بعد یہ بھی فرماتے کہ "ھِلَالُ رُشْدٍ وَخَیْرٍ"۔ (روایت طلحہؓ بن عبیداللہ، مشمولہ ترمذی۔ بحوالہ ریاض الصالحین نمبر ۱۲۲۵)

یعنی اے اللہ اس ہلال کی نمود ہمارے لیے امن و امان اور ایمان اپنے ساتھ لائے اور سلامتی اور اسلام اس کے ہم رکاب ہو۔ آخر میں فرماتے۔ یہ چاند ہمارے لیے ہدایت اور بھلائی کا چاند ہو۔

اس دعا کی روشنی میں بھی صاف عیاں ہے کہ مسلمان معاشروں اور مسلمان جماعتوں کا رُخِ سفر اصل میں ایمان و اسلام کے ساتھ امن و سلامتی کی طرف ہے۔ لوگ اپنی خواہشات کے بندے نہ بنیں، ذرا ذرا سے مفاد کے لیے دوسروں کے حق میں باعثِ آزار نہ ہوں، بدزبانی اور دراز دستی نہ کریں۔ اور محبت و آشتی کی فضا میں ایک دوسرے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیر خواہ اور معاون ہوں۔

یہ ہیں "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" کے معنی اور یہ ہے ماہ رمضان کی لمبی تربیت صبر کا اصل مطلوب!

رضائے الٰہی کے صحیح نصب العین کے تحت زندگی کی صلاح و فلاح کے متذکرہ مقصود کو سامنے رکھ کر روزے رکھیے، افطار کیجیے اور کرائیے، تراویح پڑھیے، سحری کو اٹھیے، قرآن پڑھیے اور قرآن سنیے۔ صدقہ و خیرات کیجیے تاکہ اس مہینہ کی پوری برکات حاصل ہوسکیں اور صبر و تقویٰ کی راہوں میں گامزنی کی جاسکے۔

تصحیح

"اختلاف امتی رحمۃ" حدیث نہیں ہے۔ ہم نے اس غلط العام بات کو لکھ دیا۔ خدا معاف کرے۔

ڈاکٹر عبدالحق صاحب (مدینہ منورہ) کو خدا جزائے خیر دے کہ انہوں نے متنبہ کر کے خیر خواہی کا حق ادا کیا۔

یہ ایک حقیقت عمومی پر مشتمل مقولہ ہے۔ ایسا ایک قول امام مالکؒ کا سیوطی نے نقل کیا ہے نیز معلوم ہوا کہ حضرت عباس سے بھی ایسا کوئی ارشاد موجود ہے

مگر جو ارشاد رسول اللہ کا نہ ہو، اُس کو حضورؐ سے منسوب کر دینے میں گناہ ہے۔ دانستہ کیا گیا ہو تو انتہائی شدید قسم کا اور نادانستگی میں ہو جائے تو بھی معمولی نہیں۔ اللہ رحم فرمائے۔ (ن۔ ص)

پچھلی مرتبہ کے اشارات میں پی۔ ایم۔ جی آفس کی جگہ جی۔ پی۔ او لکھا گیا تھا۔ غلطی کی تصحیح کر لی جائے۔ (ن۔ ص)

© rasailojaraid.com